

حضرت مولانا نور محمد ثاقب حقانی

قسط دوم

أصول حدیث

علم أصول حدیث کی اقسام و انواع

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْحَيِّ الْقَيُّومِ الَّذِي لَا يَبِيدُ وَلَا يَفْنَى ، الْخَالِقِ الْبَارِي الْمَصَوِّرِ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ، وَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِهِ وَ أَمِينِهِ الْمَجْتَنِبِ ، وَ رَسُولِهِ الْمَبْعُوثِ إِلَى كَافَّةِ الْوَرَى ، وَ عَلَى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ مَصَابِيحِ الدُّجَى وَ مَفَاتِيحِ الْهُدَى۔

آما بعد! بندہ نے اصول حدیث کے سلسلہ مضامین میں اس سے پہلی قسط میں علم اصول حدیث کی اقسام و انواع کو شمار کر کے ذکر کیا تھا، اب ان اقسام میں سے ہر ایک کی تعریف، اہمیت و ضرورت، مثال اور اجمالی اقسام کا بیان شروع کرتے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق:

النَّوعُ الْأَوَّلُ (۱) مَعْرِفَةُ مَنْ تُقْبَلُ رَوَايَتُهُ وَ مَنْ تُرَدُّ:

علوم الحدیث میں اس نوع کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس میں راوی کی شروط بیان کی جاتی ہیں جس کی حدیث کو قبول کر کے اُس کے ذریعے استدلال کیا جاتا ہے یا اُسے رد کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

صفات القبول:

صفات قبول کی تعداد کے بارے میں علماء کی عبارات مختلف ہیں، بعض کم اور بعض زیادہ بتاتے ہیں۔ علامہ ابو عمرو بن الصلاح نے ان خصال و صفات کو جمع کر کے فرمایا ہے: أجمع جماهير أئمة الحديث و الفقه على أنه يشترط فيمن يحتج بروايته أن يكون عدلاً ضابطاً لما يروى.

” جمہور ائمہ حدیث و فقہ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ جس راوی کی روایت پر استدلال کیا جاتا ہے تو شرط یہ ہے کہ وہ عادل اور اُس روایت کو ضبط کرنے والا ہو“

اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مسلمان، بالغ، عاقل، اسبابِ فسق اور خلافِ مروت امور سے محفوظ ہو۔ بیدار مغز ہو، غافل نہ ہو۔ اگر اپنے حافظہ سے بیان کرتا ہو تو خوب یاد ہو، اگر کتاب سے بیان کرتا ہو تو

اُس پر خوب عبور حاصل ہو اور اگر روایت بالمعنی کرتا ہے تو علاوہ ازیں، شرط یہ ہے کہ وہ بغیر کسی تغیر کے حدیث کے معنی و مفہوم کے ادا کرنے کو جانتا ہو۔ (علوم الحدیث لابن الصلاح) و ہکذا فی (جواہر الأصول فی علم حدیث الرسول لأبی الفیض محمد بن علی الفارسی الحنفی)

مذکورہ صفات اور ان کے علاوہ دیگر صفات، جن کو علماء کرام نے ذکر کیا ہے، ان میں تامل کرنے سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تمام صفات دو صفات کو راجع ہوتی ہیں، جن کو ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے کہ وہ ”عدالت اور ضبط“ ہیں۔

العدالة:

یہ ایک ایسا ملکہ ہے جو کہ آدمی کو تقویٰ پر، باطنی میل کچیل سے اور لوگوں کے نزدیک خلافِ مروت اُمور سے اجتناب کرنے پر ابھارتا ہے اور اس میں مندرجہ ذیل اُمور شرط ہیں:

۱۔ اسلام ۲۔ بلوغ ۳۔ عقل ۴۔ تقویٰ ۵۔ مروت سے آراستہ ہونا اور اس میں خلل پیدا کرنے والی باتوں کو چھوڑنا

الضبط:

ضبط یہ ہے کہ راوی بیدار مغز ہو، غافل نہ ہو۔ اگر اپنے حافظہ سے حدیث بیان کیا ہو تو وہ خوب یاد ہو، اگر کتاب سے بیان کیا ہو تو اُس پر خوب عبور حاصل ہو اور اگر روایت بالمعنی کرتا ہو تو علاوہ ازیں، شرط یہ ہے کہ وہ حدیث کے معنی و مفہوم کو بغیر کسی تغیر کے ادا کرنے کو جانتا ہو۔

صفات الرد: یہ دو قسم پر ہیں: (۱) مَا تُخِلُّ بِالْعَدَالَةِ (۲) مَا تُخِلُّ بِالضَّبْطِ

مَا تُخِلُّ بِالْعَدَالَةِ: عدالت میں خلل ڈالنے والی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کافر راوی کی روایت قبول نہیں کی جائیگی۔ ۲۔ بچے کی روایت قبول نہیں کی جائیگی۔ ۳۔ مجنون (دیوانے) کی روایت قبول نہیں کی جائیگی۔ ۴۔ فاسق کی روایت قبول نہیں کی جائیگی۔ ۵۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جس نے قصداً رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہو، اگرچہ بعد میں اس سے توبہ بھی کیا ہو۔

مَا تُخِلُّ بِالضَّبْطِ: ضبط میں خلل ڈالنے والی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

۶۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو تلقین فی الحدیث میں معروف ہو، اور تلقین اس کو کہتے ہیں کہ اُس پر وہ حدیث پیش کی جائے جو اُس کی مرویات میں سے نہ ہو اور اُس سے کہا جائے کہ یہ آپ کی

روایت سے ہے تو وہ اُسے قبول کرے اور اُسے تمیز نہ کر سکے، اور یہ اس لئے کہ اُس میں ذہانت نہیں ہوتی اور بیداری نہیں رکھتا۔ اس وجہ سے اُس کی حدیث مقبول نہیں۔

۷۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائیگی جس کی شاذ روایتیں یعنی مخالقات اور مناکیر زیادہ ہوں۔

۸۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو روایات میں کثرتِ سہو سے معروف ہو، بشرطیکہ اصل صحیح مکتوب سے حدیث بیان نہ کرے کیونکہ کثرتِ سہو، سوء حفظ یا ذہانت سے محرومی پر دلالت کرتی ہے، اس لئے راوی ضبط سے موصوف نہیں ہوگا۔

۹۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائیگی جو اپنے اُس نسخہ میں تساہل برتا ہے جس سے وہ روایت کرتا ہے، اگر وہ کتاب سے حدیث بیان کرے، مثلاً ایک شخص کسی غیر صحیح اصل سے حدیث بیان کرتا ہے یعنی اُس کتاب یا مکتوب سے، جو مصنفین سے بسند صحیح حاصل شدہ اصولِ مسوعہ کیساتھ اُسے نہیں دیکھتا اور مقابلہ نہیں کرتا۔

تساهل المتأخرین فی شروط الراوی:

محدثین حضرات نے ان شرائط کو پوری امانت اور دقت کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے اور انہوں نے راوی کی حدیث میں مضبوطی اور اُس پر اعتماد کرنے کے لئے رجال سے کلام کرتے وقت اُن کے تمام احوال بیان کئے ہیں۔ یہاں تک کہ تدوین حدیث کا زمانہ آیا تو احادیث مصنفات، مسانید، جوامع، معاجم اور اجزاء کی شکل میں مدون کی گئیں اور یہ مؤلفات ان کے مولفین سے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کی گئیں جس طرح ایک حدیث نقل کی جاتی ہے، حتیٰ کہ ہر کتاب کے بہت سے نسخے بن گئے اور متواتر طریقے سے اطرافِ عالم میں شائع ہو گئے۔ پس اُس وقت ان نسخہ منقولہ پر اعتماد قائم ہو گیا در آنحالیکہ ان کی سند مولفین تک پہنچتی ہے اور یہ نسخے راویوں کے قائم مقام بن گئے، تو علماء نے راوی کی بعض شرائط میں تساہل اختیار کیا اور راوی کے عادل ہونے، حسن رعایت اور ضبط کتاب کی اہلیت پر اکتفا کیا۔ اور امام ابن الصلاح نے اس کو ظاہر و واضح کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

أعرض الناس فی هذه الأعصار المتأخرة عن اعتبار مجموع ما بینا من الشروط فی رِوَاة الحديث و مشائخه فلم يتقيدوا بها فی رواياتهم ، لتعذر الوفاء بذلك علی نحو ما تقدم أو كان علیه من تقدم و وجه ذلك ما قدمناه أول کتابنا هذا من كون المقصود آل آخرًا الى المحافظة علی خصیصة هذه الأمة فی الأسانید و المحاذرة من انقطاع سلسلتها. فليعتبر من الشروط المذكورة ما يليق بهذا الغرض علی تجردہ ، و ليكن من أهلية الراوی كونه مسلمًا ، بالغًا ، عاقلًا ، غیر متظاهر

بالفسق و السخف . و فی ضبطہ بوجود سماعہ مثبتاً بخط غیر متہم و بروایتہ من أصل موافق لأصل شیخہ... و وجہ ذلك بأن الأحادیث التي قد صحّت أو وقفت بین الصّحة و السقم قد دُوّنت و کُتبت فی الجوامع التي جَمَعها أئمة الحديث، و لا يجوز أن يذهب شیخ منها على جمیعہم... لِضمان صاحب الشریعة حفظها. قال البیهقی: فَمَنْ جاء اليومَ بِحدیث لا یوجد عند جمیعہم لم یقبل منه ، و من جاء بِحدیث معروفٍ عندهم ، فالذی یرویہ لا ینفرد بروایتہ ، و الحجة قائمة بِحدیثہ بروایة غیرہ ، و القصد من روايته و السماع منه أن یصیر الحدیث مسلسلاً بِحدّثنا و أخبرنا“ و تبقى هذه الکرامة التي خُصّت بها هذه الأمة شرفاً لِنبیننا المصطفی ﷺ (علوم الحدیث لابن الصلاح)

النوع الثانی (۲) علم الجرح و التعديل:

الجرح عند المحدثین : محدّثین کے نزدیک جرح، حدیث کے راوی میں اُس چیز کے ساتھ طعن کرنا ہے جو اُس کی عدالت و ضبط کو ختم کر دے یا اُس میں نقصان پیدا کر دے۔
التعديل : تعديل اِس کا عکس ہے اور یہ راوی کا تزکیہ کرنا ہے اور اُس پر اِس کا حکم کرنا ہے کہ وہ عادل یا ضابط ہے۔

و علم الجرح و التعديل علمٌ یبحث عن الرواة من حیث ما وُرد فی شأنہم ممّا یشینہم أو یزکیہم بالأفاظِ مخصوصة

اور یہ علم، رجال روایت کی میزان ہے۔ اگر راوی کا پلہ وزنی ہو جائے تو مقبول ہے اور اگر اُس کا وزن کم ہو جائے تو متروک ہے، اور اسی علم کے ساتھ ہم اُس راوی کو پہچان لیتے ہیں جس کی حدیث مقبول ہو۔ اور اُس کے، اور جس کی حدیث مقبول نہ ہو، کے درمیان تمیز کرتے ہیں، اور اس وجہ سے علماء حدیث نے اس علم کی طرف پوری توجہ فرمائی اور اس میں انتہائی کوشش صرف کی۔

مشروعية الجرح و التعديل : جرح و تعديل کی مشروعیت بلکہ اِس کی طرف حاجت پیش آنے کی وجہ سے اس کے وجوب پر علماء کا اجماع منعقد ہوا ہے۔ اور جرح میں غیبت کا ارتکاب نہیں ہوتا بلکہ اس میں سنت کی حفاظت اور غیر سنت سے اس کی صیانت ہے، اور اس میں صحیح سے ضعیف اور مقبول سے مردود کی تمیز کا بیان ہے۔ اور ان سب سے علماء کا انتہائی مقصود، پوری امانت داری اور اخلاص کے ساتھ حق کا بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سونے اور چاندی کی امانت کی حفاظت سے کہیں زیادہ حدیث کی امانت کی حفاظت ضروری ہے۔ تو اُن کے درمیان یہ عبارت بار بار گردش کر گئی ”انما ہی تأدبہ ، انما ہی أمانة“

بعض صوفیائے کرام نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے کہا: اُتغتاب؟ کیا آپ غیبت کرتے ہیں؟ فرمایا: چپ ہو جاؤ، جب ہم وضاحت نہیں کریں گے تو حق اور باطل کا پتہ کیسے چلے گا۔ ابو تراب الخشعی الزاہد نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے عرض کیا: یا شیخ! لا تغتب العلماء اے شیخ! علماء کی غیبت نہ کرو، تو امام احمدؒ نے اُس سے فرمایا: ویحک! هذا نصيحة، ليس هذا غيبة کہ تیرا بھلا ہو، یہ خیر خواہی ہے، یہ غیبت نہیں ہے۔

ابو بکر بن خلاد نے یحییٰ بن سعید سے فرمایا: أما تخشى أن يكون هؤلاء الذين تركت حديثهم خصماء لك عند الله؟ کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ جن لوگوں کی حدیث کو آپ نے چھوڑ دیا ہے یہ اللہ کے سامنے تیرے مقابل بن جائیں گے؟! تو آپ نے فرمایا: لأن يكونوا خصمائي أحب إلي من أن يكون خصمي رسول الله ﷺ، يقول: لِمَ لَمْ تَذُبْ عن حديثي؟! کہ مجھے یہ بات البتہ پسند ہے کہ وہ میرے مقابل بن جائیں اس سے، کہ رسول اللہ ﷺ میرے مقابل آجائیں اور یہ فرمائیں کہ تو نے میری حدیث سے جھوٹ کو کیوں دفع نہیں کیا؟! (الكفاية، و الجامع لأخلاق الراوى للخطيب، و أصول الحديث: علومه و مصطلحه للذكتور محمد عجاج، و منهج النقد فى علوم الحديث للذكتور نور الدين عتر)

اور اگر علمائے نقادین اس بارے میں عدالت روات کی تحقیق اور اُن کے حافظہ اور بیداری کے امتحان لینے میں کوشش صرف نہ کرتے، جتنی کہ اس باب میں انہوں نے اسفار کیے اور مشقتیں اٹھائیں پھر لوگوں کی کذابین، ضعفاء اور مغلطین سے تحذیر فرمائی، تو اسلام کا معاملہ مشتبہ بن جاتا اور زنادقہ کا تسلط ہو جاتا اور دجالین پیدا ہو جاتے۔

شروط الجارح و المعدل:

جارح اور معدل میں ایسی صفات بہت زیادہ ہونی چاہئیں کہ اُس کے حکم کو با انصاف اور راوی کے حال کو واضح کر دے، اور وہ صفات یہ ہیں:

۱۔ جارح اور معدل کیلئے علم، تقویٰ، ورع و صدق شرط ہیں کیونکہ اگر وہ اس پوزیشن میں نہ ہو تو وہ جرح و تعدیل کیساتھ دوسروں پر کیسے حکم کرے گا حالانکہ وہ خود دائمی طور پر اپنی عدالت ثابت کرنے کا محتاج ہے!! اور ضروری ہے کہ جرح و تعدیل اُسی شخص کی مقبول ہو جو عادل، متیقظ یعنی ایسی بیداری کا مالک ہو جو اُس کیلئے غور و فکر کرنے اور اُن روایات کے ضبط پر باعث ہو جو اُس سے صادر ہوتی ہیں (شرح نخبة الفكر

للحافظ ابن حجر، و شرح الشرح للعلامة علي القاري الهروي الحنفی)

۲۔ اسباب جرح و تعدیل کو جانتا ہو۔ حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ میں فرمایا ہے: ”و تُقْبَلُ التَّزْكِيَةُ مِنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهَا، لَا مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ لِثَلَاثٍ يُزَكِّي بِمَجْرَدِ مَا يَظْهَرُ لَهُ ابْتِدَاءً مِنْ غَيْرِ مُمَارَسَةٍ وَ اخْتِبَارٍ“
 ۳۔ کلام عرب کے استعمالات پر عالم ہو، لفظ کو اُس کے غیر معنی میں استعمال نہ کرتا ہو اور کسی ایسے لفظ کے نقل کرنے سے جرح نہ کرتا ہو جو لفظ جرح نہ ہو۔ اور لکھنوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الرفع و التكميل في الجرح و التعديل“ میں فرمایا ہے: ”يجب عليك أن لا تبادر الى الحكم بجرح الراوى بوجود حكمه من بعض أهل الجرح و التعديل، بل يلزم عليك أن تتقح الأمر فيه، فإن الأمر ذو خطر و تهويل و لا يحل لك أن تأخذ بقول كل جارح فى أى راوٍ كان، و ان كان ذلك الجارح من الأئمة، أو من مشهورى علماء الأمة. فكثيراً ما يؤخذ أمر يكون مانعاً من قبول جرحه و حيثئذ يُحكمُ برّد جرحه، و له صور كثيرة لا تخفى على مَهَرَّة كُتِبَ الشريعة“

فمنها: أن يكون الجارح فى نفسه مجروحاً، فحيثئذ لا يُؤادِرُ الى قبول جرحه و كذا تعديله ما لم يوافق غيرہ۔ قال ابن حجر فى ”تهذيب التهذيب“ فى ترجمة أحمد بن شبيب - بعد ما نقل عن الأزدي قوله فيه: ”غير مرضى“ - قلت: ”لم يلتفت أحد الى هذا القول، بل الأزدي غير مرضى“.

و منها: أن يكون الجارح من المُتَنَبِّين المُشَدِّدِينَ، فَإِنَّ هُنَا جَمْعاً مِنْ أئمة الجرح و التعديل لهم تشدد فى هذا الباب فيجرحون الراوى بِأَدْنَى جرح و يطلقون عليه ما لا ينبغى اطلاقاً عند أولى الألباب، فمثل هذا الجارح توثيقه معتبر، و جرحه لا يعتبر إلا اذا وافقه غيره مِمَّنْ يُنْصَفُ و يُعْتَبَرُ، فمنهم: أبوحاتم، و النسائي، و ابن معين، و ابن القطان، و يحيى القطان، و ابن حبان، و غيرهم فانهم معروفون بالاسراف فى الجرح و التعتن فيه، فَلْيَتَنَبَّبِ الْعَاقِلُ فى الرواة الذين تفرّدوا بجرحهم و ليتفكر فيه“

جارح اور معدّل میں عالم، متقی، پرہیزگار، صادق اور اسباب جرح و تعدیل کو جاننے والے ہونے کیساتھ یہ بھی شرط ہے کہ وہ تعصب، عداوت اور حسد سے دور رہے، اور اس شرط کی تصریح بہت سے ائمہ احناف نے فرمائی ہے اور اسی طرح دیگر مذاہب والوں نے بھی تصریح کی ہے۔

امام تاج الدین سبکیؒ نے اپنی تالیف ”قاعدة فى الجرح و التعديل“ میں فرمایا ہے:

الصواب عندنا أن من ثبتت إمامته و عدالته، و كثر مادحوه و مزكوه، و ندر جارحوه، و كانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبي أو غيره، فأننا لا نلتفت

الى الجرح فيه ، و نَعْمَلُ فيه بالعدالة . و آلا فلو فتحنا هذا الباب ، و أخذنا بتقديم الجرح على اطلاقه ، لما سَلِمَ لنا أحدٌ من الأئمة ، اذ ما من امام آلا و قد طَعَنَ فيه طاعنون ، و هَلَكَ فيه هالكون .

”ہمارے نزدیک حق بات یہ ہے کہ جس کی امامت و عدالت ثابت شدہ ہو، اُس کی مدح اور تزیہ کرنے والے کثیر ہوں، اُس کے جارحین قلیل ہوں اور وہاں ایسا قرینہ بھی موجود ہو جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ اس جرح کا سبب، جو اس پر ہوا ہے، مذہبی تعصب وغیرہ ہے تو ہم اس جرح کو خاطر ہی میں نہیں لاتے اور ہم اُس پر عدالت کا حکم لگاتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو اور ہم یہ دروازہ کھولیں یعنی تقدیم جرح پر مطلقاً عمل کریں تو یقیناً ہمارا کوئی ایک امام بھی سلامت نہیں رہے گا کیونکہ کوئی بھی امام ایسا نہیں جس میں طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور اُس کے بارے میں ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔“

پھر امام سبکیؒ نے ابن عبدالبرؒ سے نقل کرتے ہوئے ذکر فرمایا ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ پر جرح کی ہے تو آپؒ نے یہ شعر پڑھا:

حَسَدًا اذ رأوك فَضَّلَ اللهُ بِمَا فَضَّلْتَ بِهِ النَّجَبَاءُ

”یہ لوگ حسد کی وجہ سے اعتراضات کرتے ہیں، جب وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر وہ احسان فرمایا ہے جس کی وجہ سے شریف لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے۔“

اور ابو عاصم النبیلؒ سے کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ پر جرح کرتا ہے تو فرمایا کہ اس کی مثال وہی ہے جو کہ نصیب نے کہا ہے کہ:

سَلِمْتُ و هل حَتَّى عَلَى النَّاسِ يَسْلَمُ؟! ”تو سلامت رہو، اور کیا کوئی بھی زندہ شخص لوگوں سے سلامت رہا؟!“ اور ابوالاسود الدؤلیؒ نے فرمایا ہے:

حَسَدُوا الْفَتَى اذ لَمْ يَنَالُوا سَعِيَّةَ فَلَاقُوا اَعْدَاءَ لَهٗ و خُصُومَ

”لوگوں نے اس نوجوان سے اس لئے حسد روا رکھا ہے کہ یہ لوگ اُس کی کوششوں تک نہیں پہنچ سکتے تو اس لئے اس کے دشمن اور مخالف بن گئے ہیں“

النَّوْعُ الثَّالِثُ (۳) معرفة الصحابة رضي الله عنهم:

صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر وفات پا چکا ہو۔ صحابہ کرامؓ دعوت دین پھیلانے اور اس کی مشقتیں برداشت کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہیں۔ اسی وجہ سے علماء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی معرفت حاصل کرنا

خواص کے مضبوط و محکم علم اور علم حدیث کے اُونچے علم میں سے ہے، اور اسی علم کے ساتھ اہل سیر نے سیادت و سرداری پائی۔

معرفة الصحابة لها فوائد مُهمّة في الدين و العلم: معرفت صحابہ میں دین اور علم کے بہت سارے فوائد ہیں۔ اُن میں سے بعض یہ ہیں: وہ رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کرتے ہوئے عالم بشریت کے لئے ہادی بن گئے اور وہ دین کو عملی کرنے کی زندہ مثالیں ہیں، اُن کی سیرت دلوں کو یقین سے بھر دیتی ہے، جہاد و عمل پر ہمتوں کو ابھارتی ہے اور نفوسِ انسانیہ میں شجاعت و بہادری کو شعلہ زن کر دیتی ہے۔

دیگر یہ کہ حدیث مرسل کی معرفت، اور اس کی منقطع اور موصول حدیث سے تمیز پیدا کرنا ہے تو جب تک ہم حدیث کے ناقل کے بارے میں نہ جانتے ہوں کہ آیا وہ صحابی ہے یا غیر صحابی۔ تو یہ بات ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگی۔

ضوابط يُعرف بها الصحابي:

علماء حدیث نے کچھ ضوابط ذکر فرمائے ہیں جن کے ذریعے صحابی کو پہچانا جاتا ہے، جنہیں ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

۱. التواتر: اور یہ اس طرح کہ صحابی کی صحبت کا اثبات بہت کثیر تعداد کے صحابہ سے منقول ہو، مثلاً چاروں خلفاء راشدینؓ اور دیگر بڑے بڑے صحابہ جو عام و خاص کے نزدیک معروف و مشہور ہیں۔

۲. الشهرة و الاستفاضة القاصرة عن رتبة التواتر: ایسی شہرت اور استفاضة جو کہ درجہ تواتر سے کم ہو، مثلاً ضمّام بن ثعلبہؓ اور عکاشہ بن محصنؓ۔

۳. یہ کہ کم از کم ایک صحابی سے یہ روایت کی جائے کہ فلاں کے لئے صحبت ثابت ہے، مثلاً ختمۃ الدوسیؓ جو کہ اصفہان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہوئے اور ابو موسیٰ اشعرؓ نے اُن کے لئے یہ گواہی دی ہے کہ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سنا ہے کہ آپ ﷺ نے اُس کے شہید ہونے کی خبر دی ہے۔

۴. یہ کہ ثقہ تابعین میں سے کسی سے یہ روایت کی جائے کہ فلاں کے لئے صحبت ثابت ہے۔

۵. وہ خود ہی اپنے بارے میں یہ کہے کہ میں صحابی ہوں، اور اس کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ وہ ثابت العدالة ہو اور دوسری یہ کہ زمانہ ممکنہ میں ہو۔ اور زمانہ ممکنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سو سال بنتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی عمر کے آخر میں اپنے صحابہ سے فرمایا: ”أرايتكم ليلتكم هذه فان على رأس مائة سنة منها لا يبقى على وجه الأرض ممن هو عليها أحد“ رواه البخاری و مسلم من حدیث ابن عمرؓ۔ و رواه مسلم من حدیث جابرؓ و لفظه: ”سمعتُ النَّبی ﷺ يقول قبل أن يموت بشهر: أُقسِمُ

بِاللّٰهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مُّنْفُوسَةٍ تَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَ هِيَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ۔

اور نبی کریم ﷺ کی اس معجزانہ تحدید مدت کی وجہ سے ائمہ کرام نے کسی بھی ایسے شخص کی تصدیق نہیں کی جس نے مدت مذکورہ کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے ایسا ہی دعویٰ کیا ہے اور اُن کی تکذیب کی گئی۔ اُن میں سے آخری شخص رتن ہندی ہے جس نے چھ سو سال کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ تعجب ہے کہ کتنا بڑا کذاب تھا! (شرح شرح نخبة الفكر لعلی القاری الہروی الحنفی، و تدرب الراوی، و الاصابة فی تمییز الصحابة، و منهج النقد فی علوم الحديث، و غیرہا)

عدالة الصحابة:

تمام صحابہ کرامؓ ایک خصوصیت کے ساتھ ممتاز ہیں اور وہ اس طرح کہ اُن میں سے کسی ایک کی عدالت کے بارے میں بھی نہیں پوچھا جائے گا بلکہ اس کام سے ہم فارغ ہیں کیونکہ وہ علی الاطلاق عادل ہیں نصوص کتاب اللہ، سنت رسول، اور اُن مجتہدین کے اجماع کے ساتھ، جن پر اجماع اُمت میں اعتماد کیا جاتا ہے۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ: کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ... الآية (آل عمران: ۱۱۰) کہا گیا ہے کہ تمام مفسرین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں آئی ہے۔ وقال تعالیٰ: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ... الآية (البقرة: ۱۴۳) اور یہ خطاب اُن لوگوں سے ہے جو اُس وقت موجود تھے۔ وقال سبحانه و تعالیٰ: مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ... الآية (الفتح: ۲۹)

اور وہ احادیث صریحہ تو بہت زیادہ ہیں جو کہ اس بات پر گواہی دیتی ہیں، اُن میں سے ابوسعیدؓ کی یہ حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدًّا أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔

اس کے بعد اُمت محمدیہ (علیٰ صاحبہا ألف ألف سلام و تحیة) تمام صحابہؓ کی تعدیل پر متفق ہے، اور اُن میں سے جو مشاجرات اور فتن میں مبتلا ہوئے وہ بھی اس میں شامل ہیں، اُن علماء کے اجماع سے، جن کے اجماع پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ اُن پر حسن ظن ہے اور اُن خصوصیات کی وجہ سے جو اُن کے لئے ثابت ہیں، اور گویا اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اجماع تیار فرمایا ہے، کیونکہ وہ شریعت کے ناقلین ہیں۔ (علوم الحديث لابن الصلاح)

الصحابة المُكثِّرون من الرواية عن الرسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ سے کثرت روایت کرنے والے صحابہؓ میں اور وہ صحابہؓ اور اُن کی مرویات یہ ہیں:

- ۱: أبوهريرة: عبد الرحمن بن صخر الدوسي اليماني رضي الله عنه
(المتوفى سنة ۵۵۹)، عدد ما رواه: (۵۳۷۴) حديثاً
- ۲: عبد الله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما (المتوفى سنة ۵۷۳)، عدد ما رواه: (۲۶۳۰) حديثاً
- ۳: أنس بن مالك رضي الله عنه (المتوفى سنة ۵۹۳)، عدد ما رواه: (۲۲۸۶) حديثاً
- ۴: عائشة بنت أبي بكر الصديق أم المؤمنين رضي الله عنهما (المتوفاة سنة ۵۸ هـ، وقيل سنة ۵۷ هـ)، عدد ما رَوَتْه: (۲۲۱۰) حديثاً
- ۵: عبد الله بن عباس بن عبد المطلب رضي الله عنهما (المتوفى سنة ۶۸ هـ) و عدد ما رواه: (۱۶۶۰) حديثاً
- ۶: جابر بن عبد الله الأنصاري رضي الله عنهما (المتوفى سنة ۷۸ هـ)، و عدد ما رواه: (۱۵۴۰) حديثاً
- ۷: أبوسعيد الخدري: سعد بن مالك بن سنان الأنصاري رضي الله عنه (المتوفى سنة ۷۴ هـ)، و عدد ما رواه: (۱۱۷۰) حديثاً (تدريب الراوي، و الميسر في علم الرجال)

النوع الرابع (۴) معرفة من أسند عنه من الصحابة الذين ماتوا في حياة رسول الله ﷺ:

أن صحابہؓ کی روایات کی معرفت، جو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں فوت ہو گئے اور اس معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ اُس روایت پر مرسل ہونے کا حکم لگایا جائے گا جبکہ اُس سے روایت کرنے والا تابعی ہو۔

من ذلك: أبو سلمة زوج أم سلمة، توفي مرجع رسول الله ﷺ من بدر؛ رَوَتْ أم سلمة عنه عن رسول الله ﷺ: ما من مسلم يصاب بمصيبة فيفزع إلى ما أمر الله به من قولٍ إنا لله وإنا إليه راجعون، اللهم عندك أحسب مصيبتى فأجرنى عليها ألا أعقبه الله خيراً منها۔ رواه الترمذی و النسائی و ابن ماجه من طريق عمر بن أبي سلمة أخبرها أنه سمع النبي ﷺ يقول فذكره۔

و جعفر بن أبي طالب، روى أحمد له في مسنده حديث الهجرة، و حمزة عم رسول الله ﷺ، روى له الطبرانی حديثاً في الحوض... (تدريب الراوي في شرح تقريب النولوى ج ۲ ص ۲۲۶)

النوع الخامس (۵) معرفة الثقات و الضعفاء من الرواة:

علوم حدیث کی یہ نوع سابق پہلی اور دوسری دونوں انواع کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ ہے کیونکہ

یہ نوع، نوع اول اور نوع ثانی کی ابحاث کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔ یہیں سے علماء نے اس نوع کی اہمیت پر تنبیہ کی ہے اور یہ اس طرح جیسا کہ ابن الصلاح نے فرمایا ہے: ”من أجل نوع و أفخمه فأنه المِرْقاة إلى معرفة صحة الحديث و سقمه“۔ اور بے شک اس علم کو قدیم و حدیثاً آئمہ حدیث کی توجہ حاصل ہو چکی ہے چنانچہ انہوں نے اس علم میں بہت سی تالیفات لکھی ہیں جن میں یا تو اپنے مشاہدہ سے روایات کے احوال پر کلام کیا ہے اور یا اس علم کے آئمہ سے وہ کلام اور بحث نقل کی ہے جو انہوں نے ان کی صفات میں کی ہے۔ اور یہ تصانیف تین قسم پر ہیں:

(۱) جو خالص ثقات کے بیان میں ہیں (۲) جو خالص ضعفاء کے بیان میں ہیں (۳) وہ جن میں ثقات اور ضعفاء دونوں کا بیان ہے۔

یہ تھا علم اصول حدیث کی چند اقسام و انواع کا کچھ اجمالی بیان۔ بقیہ اقسام و انواع کو آئندہ قسطوں میں بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ
و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و أصحابہ أجمعین۔

اہل علم و قلم کے لیے عظیم خوشخبری

اشاریہ ماہنامہ برہان دہلی

مرتب: محمد شاہد حنیف 0333-4128743، mshanif2010@gmail.com

اوراق پارینہ پبلشرز، لاہور 0321-4148570

کتاب سرائے، اردو بازار، لاہور + فضلی سنز، اردو بازار، کراچی

مولانا عتیق الرحمن عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے عظیم علمی، دینی، تحقیقی رسالے کے ۶۳ سالوں کے سیکڑوں شماروں میں برصغیر پاک و ہند کے علماء کرام، دانشوروں اور دیگر اہل علم و قلم کی قرآنیات، علوم حدیث، فقہ و اجتہاد، عبادات، معاشرت، سیاست، سیر و سوانح، شعر و ادب، تاریخ اسلام، تاریخ برصغیر پاک و ہند..... وغیرہ کے علاوہ سیکڑوں موضوعات پر مشتمل ہزاروں مقالات و کتب سے آگاہی کے لیے موضوع

وار اور مصنف و ار اشاریہ..... محدود تعداد فوری رابطہ کریں۔ قیمت: ۸۰۰